بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

ترجمان القرآن کے نئے اور پرانے قارئین اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اس کے صفحات ہمیشہ خدا اور اس کے رسول کے پیغام کے لیے وقف رہے ہیں اور ان میں کبھی بھی مدیر ترجمان یا اُن کے کسی رفیق کے ذاتی حالات کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ لیکن اب بعض رفقاء کے پیہم اضطراب کی وجہ سے ہم مجبور رہ گئے ہیں کہ انہیں صحیح صورتِ حال سے آگاہ کریں۔ ہمارے دوست خطوط اور زبانی گفتگوؤں کے ذریعے بار بار یہ دریافت کرتے ہیں کہ اگر مولانا آج کل تفہیم القرآن نہیں لکھ رہے تو پھر کیا کر رہے ہیں؟ ان استفسارات میں کئی قسم کے احساسات شامل ہیں۔ بعض میں تشویش اور پریشانی نظر آتی ہے، بعض اسے کسی معنی خیز خاموشی پر محمول کرتے ہیں اور بعض میں جھنجلاہٹ کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ ان سب رفقاء کی خدمت میں ہم یہ گزارش کریں گے کہ مولانا خود اس بات کے شدید آرزومند ہیں کہ وہ اس عظیم الشان کام کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائیں لیکن بعض ناگزیر مجبوریاں اس راہ میں حائل ہیں۔ ان میں سب سے بڑی مجبوری مولانا کی علالت ہے۔ مولانا ایک عرصۂ دراز سے گردے کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ آج سے چند سال قبل اس کا اپریشن کرایا گیا جس سے پتھری کی تکلیف عارضی طور پر رفع ہو گئی لیکن تھوڑی مدت کے بعد گردے میں پھر ذرات جمع ہونے شروع ہو گئے اور انھوں نے بہت جلد سنگریزوں کی صورت اختیار کر لی۔ دینِ حق کا یہ سپاہی اس تکلیف کے باوجود مختلف کاموں میں منہمک رہا اور اس نے علالت کے سامنے کبھی ہتھیار ڈالنے گوارا نہ کیے لیکن اب کچھ عرصہ سے یہ تکلیف مزید بڑھ گئی ہے اور اس نے اُن کے دائیں شانے اور

گھٹنے کو شدید طور پر متاثر کیا ہے۔

پھر پچھلے دنوں انھوں نے اپنے آپ پر زیادتی یہ کی کہ اپنے سپرد ایک ایسا علمی کام لے لیا جو انتہائی محنت شاقہ چاہتا تھا۔ اس کام کو کرنے کے لیے انھیں مسلسل کئی کئی گھنٹوں تک بیٹھنا پڑا جس سے ان کے قویٰ اور بھی مضمحل ہو گئے۔

خطوط اور استفسارات کی بھرمار مولانا کا بہت سا وقت لے جاتی ہے۔ لیکن ان سب مجبوریوں کے ہوتے ہوئے بھی مولانا اس کام سے غافل نہیں۔ وہ اس کی اہمیت کو اچھی طرح جانتے ہیں اور اس کو پورا کرنے کے لیے سخت بیتاب ہیں۔ خود ہم بھی اُن سے بار بار اس کے لیے اصرار کرتے ہیں اور بعض اوقات ہمیں اُن کی صحت کے پیش نظر یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم مولانا سے تقاضا نہیں کر رہے بلکہ اُنھیں ستا رہے ہیں۔ ہمارے مطالبات کی طویل فہرست سُن کر جس میں تفہیم القرآن اشارات، رسائل و مسائل اور مضامین، الغرض سبھی قسم کے تقاضے شامل ہوتے ہیں، مولانا اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے فرماتے ہیں "اچھا بھائی دُعا کرو"۔

ہم قارئینِ ترجمان کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں مولانا کی صحتِ کاملہ اور عاجلہ کے لیے دعا فرمائیں تاکہ وہ پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ ان ضروری کاموں کی طرف متوجہ ہو سکیں۔

اس وقت تفہیم القرآن کی صورت یہ ہے کہ مولانا سورۂ نمل کی تیاری میں مصروف ہیں۔ جس وقت یہ تیاری مکمل ہو جائے گی اسی وقت مولانا لکھنا شروع کر دیں گے اور پھر اسے ترجمان القرآن میں ساتھ ساتھ شائع کر دیا جائے گا۔ تفہیم القرآن کی اشاعت اگر رک جاتی ہے تو یہ کسی تساہل کا نتیجہ نہیں بلکہ اُس مالک الملک کی مشیت کا تقاضا ہے جس پر ہم سے کسی کو بھی کوئی قدرت اور اختیار حاصل نہیں۔ ہم تو اس کی بارگاہ میں ان موانع کو دُور کرنے کے لیے صرف درخواست ہی کر سکتے ہیں اور وہ ہم برابر کرتے رہتے ہیں۔

خدا جانتا ہے کہ مولانا کے متعلق یہ چند سطور بہت جی کڑا کر کے لکھی گئی ہیں۔ مارشل لا کے نفاذ سے

پہلے اپنے رفقا کو بڑی آسانی کے ساتھ حالات سے آگاہ کیا جا سکتا تھا لیکن اب جبکہ جماعتی رشتہ بالکل ٹوٹ گیا ہے تو ہمیں اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا کہ ہم ترجمان کے ذریعہ اپنے دوستوں اور بزرگوں کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کریں۔

اس اشاعت سے ترجمان القرآن کی جلد ۵۲ کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ ہمیں الفاظ نہیں ملتے جن سے ہم اپنے خالق اور مالک کی بے پایاں رحمتوں اور نوازشوں کا شکریہ ادا کریں۔ ہم اُس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں کہ اس نے ہمارے لیے راستے کی دشواریوں اور مشکلات کو آسان فرمایا اور ہمیں توفیق بخشی کہ ہم دینِ حق کی اس کمزور اور نحیف لَو کو مخالفت کے طوفانوں اور مخاصمتوں کی فتنہ سامانیوں کے علی الرغم ابھی تک زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ یہ محض اُس مالک الملک کی کرم نوازی کا اعجاز ہے کہ یہ پرچہ وسائل و اسباب کی شدید کمی کے باوجود اپنے نصب العین کے پیشِ نظر حوادثِ روزگار کے مواج سمندر میں چٹان کی طرح استقلال کے ساتھ کھڑا رہا۔ کبھی کبھی اس سمندر کی اُبھرتی ہوئی تُند موجوں نے چند ایک سیر لمحوں کے لیے اسے دنیا کی نظروں سے اوجھل بھی کر دیا، لیکن یہ بہت جلد پھر اُبھر آیا۔ اس میں ہماری کوششوں کا کوئی معمولی سے معمولی بھی دخل نہیں یہ محض خالق کا فضل ہے اور ہم اس کے حضور میں سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔

"دعوتِ دین" بظاہر تو صرف دو سادہ سے الفاظ کا مرکب ہے لیکن اگر اس کے پورے مضمرات پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا یہ دراصل پوری دنیا کے خلاف محض خدا کی رضا جوئی کے لیے ایک دعوتِ مبارزت ہے۔ اس جنگ کا پہلا محاذ خود انسان کو اپنی ذات کے خلاف قائم کرنا پڑتا ہے۔ الحاد و زندقہ کے اس دور میں جس میں مادیت نے قدم قدم پر دام تزویر بچھا رکھا ہے کسی شخص کا دین کی خدمت کے لیے نکلنا بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اوّل تو ذہن اس کام کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا اور اگر اُسے جوں توں کر کے تیار بھی کر لیا جائے تو پھر دل ساتھ نہیں دیتا۔ انسان